تبلیغ دین سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں

ڈاکٹر حافظ محمد سہیل شفیق

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامی تاریخ، جامعہ کراچی

Prof. Dr. M. Sohail Shafiq

ABSTRACT:

Muslims have been described in the Holy Quran as the "Best of Naions" on the ground that "they enjoin what is right and forbid what is wrong". Therefore, if Muslims of the present day fulfill this obligation they will deserve this title. If they neglect to do so they can only be classified in the reverse category both in this world and in ther accountability before Allah.

The personality of the Holy Prophet Muhammad (SAW) was responsible for the most wonderfull revolution of human history. In this article an attempt made to focus on the few basic principles of preachings of The Holy Prophet (SAW).

تبلیغ کے معنی ہیں احکامات الٰہی لوگوں تک پہنچانا اور ان کو اس کے قبول کرنے کی دعوت دینا۔ تبلیغ دین ایک ایسا مقدس فریضہ ہے جو ہر نبی کے فرائض منصبی کا ایک لازمی تقاضا رہا اور اس کا پختہ عہد ہر نبی سے لیا گیا:

و اذ اخذنا من النبيين ميثاقهم و منك و من نوح و ابراهيم و موسىٰ و عيسىٰ ابن مريم. و اخذنا منهم ميثاقا غليظا. (۱)

اور یاد کرو جب ہم نے تمام نبیوں سے عہد لیا اور آپ سے بھی اور نوح ،ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم سے بھی اور ہم نے سب سے پختہ عہد لیا تھا۔

سرورِ دو عالم ﷺ کی حیاتِ طیبہ نوعِ انسانی کے لیے تعلیم و تربیت کا ایک مکمل عملی نمونہ ہے۔

لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة . (۲)

بے شک تمھاری رہنمائی کے لیے اللہ کے رسول (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے۔

مذکورہ آیت کریمہ میں نوعِ انسانی کو زندگی کے ہر شعبہ میں سرورِ دو عالم ﷺ کی پیروی کی تاکید کی گئی ہے۔ دراصل درسگاہ نبوت ایک چلتی پھرتی اور متحرک درسگاہ ہے، جس کا طرز تعلیم کلاسیکی علوم کی طرح محض نظری استدلال پر مبنی ہے اور نہ ہی مدرسہ و خانقاہ کی حدود کا پابند ہے بلکہ سفر و حضر، خلوت و جلوت، بزم و رزم اور زندگی کے ہر میدان اور ہر شعبہ میں اس کا کام برابر جاری رہتا ہے، اس لیے سرورِ دو عالم ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ زندگی کے ہر شعبہ میں کرنا چاہیے، آپ ﷺ جب گھر میں تشریف فرما ہوتے تو اطاعت و عبادت کے فضائل ، امور خانہ داری اور عام معاشرتی مسائل کی تعلیم کا سلسلہ جاری رہتا، جب مسجد میں تشریف لاتے تو مسلمانوں کے اجتماع میں طہارت و عبادت، حلال و حرام، حقوق و فرائض، اخلاق و معاشرت اور

سیاست و معیشت کے نکات اور معارف بیان فرماتے اور جب مجاہدین کا لشکر جرار جہاد کے لیے کوچ کرتا تو اثنائے سفر اور عین میدانِ جنگ میں بھی خدا پرستی، اخلاص مقصد اور احترام آدمیت کا سبق دیتے، غرض ہر لمحہ تعلیم و ارشاد کا سلسلہ جاری رہتا۔ (۳)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک . (۴)

اے رسول! پہنچا دیجیے جو اتارا گیا ہے آپ کی طرف آپ کے پروردگار کی جانب سے۔

پیر کرم شاہ الازہری آیت مذکورہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''جس قوم کی اصلاح اور ہدایت کے لیے سرورِ دو عالم ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا ان کی کوئی بات بھی تو درست نہ تھی۔ سیاسی طور پر وہ بدنظمی اور انتشار کا شکار تھے۔ معاشی طور پر ان کی بدحالی کی مثال نہ تھی۔ اخلاقی لحاظ سے ان کے ہاں الٹی گنگا بہہ رہی تھی۔ شراب نوشی، جوا بازی اور بدکاری، سرداری اور دولت مندی کی علامات تھیں۔ ظلم و قتل کو شجاعت، معصوم بچیوں کو زندہ درگور کرنے کو تقاضائے حمیت و غیرت اور اسراف و فضول خرچی کو سخاوت کہا نہیں جاتا تھا بلکہ یقین کیا جاتا تھا۔ دینی لحاظ سے تو اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ وہ گھر جو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کے لیے تعمیر کیا گیا تھا وہاں تین سو ساٹھ بتوں کی پوجا ہو رہی تھی۔ اور یہ ان کا دین تھا۔ ان کا عقیدہ تھا۔ انھیں اس پر کامل یقین بھی تھا اور اس سے والہانہ محبت بھی تھی۔ اب جو ہستی ایک ہمہ گیر انقلاب کی داعی بن کر آئی تھی اور جسے زندگی کے ہر شعبہ میں ہر خرابی کی اصلاح کے لیے مقرر فرمایا گیا تھا۔ اس کا فرض تھا کہ سیاسی انتشار کے جو محرکات تھے ان پر بھی ضرب کاری لگائے۔ وہ عناصر جن کی دھاندلیاں وہاں کی معاشی زندگی کو درہم برہم کر رہی تھیں ان کے منہ میں بھی لگام دے۔ وہ خبیث عادتیں اور وحشیانہ افعال جن پر اخلاق عالیہ کے دلکش خلاف چڑھے ہوئے تھے ان کو بھی بے نقاب کرنے اور اخلاق فاضلہ کا صحیح مفہوم بھی ان کو ذہن نشین کرائے اور ان کی عقیدت کے صنم کدوں میں جتنے بت تھے پتھر کے، تانبے کے، پیتل کے، اپنی

خواہشات کے، اپنے نفس کے، ذاتی اور قبائلی عصبیتوں کے ان سارے بتوں کو الا اللہ کی ضرب سے ریزہ ریزہ کر دے۔" (۵)

نبی کریم نے دعوت الی اللہ کے لیے کام کا آغاز خود اپنے گھر سے کیا۔ اور پھر رفتہ رفتہ قریبی دوست احباب اور ایک دوسرے کے جاننے والے افراد دائرہ اسلام میں داخل ہوتے چلے گئے جن کے لیے ہادی اعظم ﷺ کے دہن مبارک سے نکلے ہوئے چند جملے ہی کافی تھے اور آپ ﷺ کے آئینہ سیرت کے علاوہ کسی دوسری دلیل کی ضرورت نہ تھی۔ (۶)

ابلاغ حق اور اجرائے تبلیغ کا دوسرا مرحلہ اس وقت آیا جب آنحضرت ﷺ کو حکم ربانی ہوا کہ:

وانذر عشيرتک الاقربين. (۷)

اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ صفا کی پہاڑی پر کھڑے ہو گئے اور بلند آواز سے قریش کو پکارا۔ سب جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس وادی میں سواروں کا دستہ ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات مانو گے۔ سب نے جواب دیا ضرور مانیں گے کیونکہ ہم نے کبھی آپ کو غلط بیانی کرتے ہوئے نہیں سنا۔ حضور ﷺ نے فرمایا سنو! فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید۔ کفر و شرک سے باز آ جاؤ کہ میں آج تمھیں عذابِ شدید کے آنے سے پہلے متنبہ کر رہا ہوں۔ (۸)

پھر اس دائرے کو بتدریج وسعت دی گئی۔ ارشاد ہوا۔

وكذلک اوحينا اليک قرانا عربيا لتنذر ام القرىٰ ومن حولها. (۹)

اور اس طرح ہم نے آپ کی طرف عربی زبان میں قرآن وحی کیا ہے تاکہ آپ مکہ والوں کو اور ان لوگوں کو جو اس کے قرب و جوار میں رہتے ہیں انذار کر سکیں۔

اس کے بعد اس سلسلے کو مزید وسعت دے دی گئی۔

کذلک ارسلناک فی امۃ قدخلت من قبلھا امم لتتلوا علیھم الذی اوحینا الیک. (۱۰)

اس طرح ہم نے آپ کو ایسی امت میں بھیجا ہے کہ جس سے پہلے (ساری) امتیں گزر چکی ہیں تا کہ آپ ان (تمام امتوں پر بھی) وہ پڑھ کر سنا دیں۔ جو ہم نے آپکی طرف وحی کیا ہے۔

اور آخر میں اسی دائرہ نبوت کو، حدود فراموش کر دیا گیا۔ جب یہ فرمایا گیا کہ:

و ارسلنک للناس رسولا. (۱۱)

اور بھیجا ہے ہم نے آپ کو سب لوگوں کی طرف رسول بنا کر۔

قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا. (۱۲)

آپ فرما دیجیے: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں

وما ارسلنک الا کافۃ للناس بشیراً ونذیراً. (۱۳)

اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا، مگر اس طرح کہ (آپ) پوری انسانیت کے لیے خوشخبری سنانے والے اور ڈر سنانے والے ہیں۔

آپ کے انذارِ عام اور تبلیغ کا دارومدار قرآنِ حکیم کے احکام و مضامین پر مشتمل تھا۔

واوحی الی ھذا القران لانذرکم بہ ومن بلغ. (۱۴)

اور میری طرف یہ قرآن، اس لیے وحی کیا گیا ہے کہ اس کے ذریعے تمہیں انذار کروں اور ہر وہ شخص بھی (اس کے ذریعے انذار کرے) جس تک یہ پہنچے۔

ایک جانب کفار و مشرکین کا یہ حال ہے کہ کسی معقول بات پر بھی غور نہیں کرتے بلکہ الٹا مذاق اڑاتے ہیں اور دوسری جانب رافت و رحمت کی یہ کیفیت ہے کہ ہر قیمت پر انہیں ہلاکت کے گرداب میں گرنے سے بچانے کا خیال ہر وقت بے چین رکھتا ہے۔ مسجد حرام کے صحن

میں، بازارِ مکہ کی ہنگامہ پرور فضاؤں میں، ان کی نشستگاہوں میں اور ان کے خلوت کدوں میں جاجا کر انھیں سمجھایا جارہا ہے۔ وہ بار بار جھڑکتے ہیں۔ ناراض ہوتے ہیں۔ بھڑتے ہیں لیکن اخلاص ومحبت کا یہ چشمہ رواں ہی رہتا ہے۔ جب رات کی خاموشی چھاجاتی ہے۔ ساری آنکھیں محوِ خواب ہوتی ہیں۔ تو یہ اٹھتا ہے اپنا سرِ نیاز بارگاہ بے نیاز میں جھکاتا ہے، اللہ تعالیٰ سے رورو کر ان کی ہدایت کے لیے دردوسوز میں ڈوبی ہوئی التجائیں کرتا ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی ہدایت کی روشنی سے محروم رہا تو اس کی جان پر بن آئے گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی اس بے چینی اور اضطراب کو دیکھتا ہے جس میں کوئی ذاتی منفعت نہیں۔ وہ ان آہوں کے سوز سے بھی واقف ہے۔ وہ ان آنسوؤں کو جانتا ہے جو اس کے محبوب کی چشمِ مازاغ کی پلکوں پر جھلملاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فلعلک باخع نفسک علیٰ اثارھم ان لم یومنوا بھذا الحدیث اسفا. (١٦)

تو کیا آپ (فرطِ غم سے) تلف کردیں گے اپنی جان کو ان کے پیچھے اگر وہ ایمان نہ لائے اس قرآن کریم پر، افسوس کرتے ہوئے۔

آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی تبلیغ دین کے معاملے میں ایک منفرد حیثیت کی حامل ہے۔ آپ ﷺ نے نہ صرف لوگوں کے سامنے دعوت وتبلیغ کا بہترین عملی نمونہ پیش فرمایا بلکہ اس کام کے لیے بہترین اصول وضوابط بھی دیے۔ قرآن کریم میں دعوت وتبلیغ کے اصول وضوابط کا نہایت واضح بیان ہے جس کا عملی مظہر سیرت طیبہ ﷺ میں نظر آتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن. (١٧)

اس آیت میں دعوت وتبلیغ کے تین اہم اصول بیان کیے گئے ہیں:

حکمت، موعظت حسنہ اور مجادلۂ احسن

دعوت الی اللہ بنیادی مگر نازک کام ہے، یہ داعی کی صوابدید پر منحصر ہے کہ وہ حالات و

مواقع، وقت ضرورت اور مصلحت کو پیش نظر رکھ کر دعوت کا وہ طریقہ اختیار کرے اور وہ مضمون وہ پہلو اختیار کرے جو مدعو کی ذہنی سطح، ان کی نفسیات وضروریات سے ہم آہنگ ہو اور قبولیت و آمادگی کا باعث ہو۔(۱۸)

نبی کریم ﷺ کی امت کی بھی یہ خصوصیت ہے کہ اسے تبلیغ دین کی ذمہ داری سونپ کر خیر الامم کے لقب سے سرفراز کیا گیا۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

• كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنهون عن المنكر و تومنون بالله.(۱۹)

تم بہترین امت ہو جو ظاہر کی گئی ہے لوگوں (کی ہدایت و بھلائی) کے لیے تم حکم دیتے ہو نیکی کا اور روکتے ہو برائی سے اور ایمان رکھتے ہو اللہ پر۔

سرورِ دو عالم ﷺ کی امت کو ایک بلند مقصد عطا کیا گیا ہے۔ پیر کرم شاہ الازہری آیت مذکورہ کے تحت رقم طراز ہیں:

"جتنی بھی امتیں آج تک صفحہ ہستی پر ظاہر ہوئی ہیں ان سب سے تم بہتر ہو کیونکہ تمھاری زندگی کا مقصد بڑا پاکیزہ، بہت بلند ہے۔تم اس لیے زندہ ہو اور اس لیے کوشاں ہو کہ حق کا بول بالا ہو، ہدایت کی روشنی پھیلے۔ گمراہی کی ظلمت کافور ہو۔ باطل کا طلسم ٹوٹے اور اخلاقِ حسنہ کو قبولیت حاصل ہو۔وہ حیوانی رسم و رواج جنھوں نے طاقتور کو ظالم اور چیرہ دست اور کمزور کو مظلوم و فاقہ مست بنا رکھا ہے مٹ جائیں اور اس کے ساتھ سب سے بڑی صداقت (یعنی توحید) پر تم خود بھی ایمان لا چکے ہو اور دوسروں کو بھی اس کے قبول کرنے کی دعوت دیتے ہو۔ اگرچہ پہلی امتیں بھی امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور ایمان باللہ سے مشرف تھیں۔لیکن جو شان تمھارے امر بالمعروف کی ہے۔ جو جلال تمھارے نہی عن المنکر میں ہے اور گہرائی، گیرائی اور کمال تمھارے ایمان باللہ میں ہے وہ تم سے پہلے کسی امت کو نصیب نہیں ہوا۔ نیز جس ہمت، خلوص اور سرفروشی سے تم نے اس بارِ امانت کو اٹھایا ہے یوں آج تک کوئی نہ اٹھا سکا۔ اس لیے تم

اس کے جائز مستحق ہو کہ اقوام عالم کی بھری محفل میں تمھارے سر پر افضلیت کا تاج رکھا جائے۔"(۲۰)

پیر کرم شاہ الازہری اس ضمن میں مزید لکھتے ہیں:

"ان وجوہات کے علاوہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے خیر الامم ہونے کی ایک اور وجہ بھی ہے جو اس آیت میں مذکور ہے یعنی دوسری قوموں کے فیضان ہدایت سے ایک محدود علاقہ، ایک مخصوص قوم، وہ بھی ایک مقررہ وقت تک مستفیض ہوسکتی تھی۔ لیکن تمھارا ابرِ کرم بحر و بر، نشیب و فراز، سیاہ و سپید، نزدیک و دور ہر خطہ پر برسے گا۔ اور ہر خطہ کے پیاسوں کی پیاس بجھائے گا۔ تمھاری برکتیں صرف اپنے لیے اور صرف اپنوں کے لیے نہیں بلکہ سب کے لیے ہیں اور یہ وہ شرف ہے جو کسی کو پہلے حاصل نہیں ہوا، یہ وہ جود و سخا ہے جس سے پہلے دنیا متعارف نہیں۔ اخرجت للناس میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے۔"(۲۱)

یہاں ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ تبلیغ دین کے حوالے سے سیرت مطہرہ ﷺ کے آفتاب جہاں تاب کی کچھ کرنوں کو قرطاس پر منتقل کریں۔

سیرت و کردار:

ایک داعی حق کے لیے دعوت کا بنیادی ذریعہ خود اس کی سیرت و کردار ہے۔ جب نبی کریم ﷺ نے عالم کفر و شرک کے سامنے پہلی مرتبہ توحید کے پیغام کو رکھا تو آپ ﷺ نے اپنی ذاتِ مقدسہ کو توحید کی دلیل کے طور پر پیش کیا کہ اگر تمھیں میرے کردار پر اعتماد و یقین ہے تو میری تعلیمات پر بھی اعتماد و یقین کرو۔ آپ کے کردار کا تعلق فقط نبوت کی زندگی سے نہیں، بلکہ نبوت سے پہلے کی زندگی سے بھی ہے یعنی تیئس سالہ زندگی سے نہیں بلکہ تریسٹھ سالہ زندگی سے ہے۔ کیونکہ نبوت سے پہلے کی زندگی کو، آپ کے دعویٰ نبوت کی سچائی میں بطور دلیل کے پیش کیا گیا ہے۔

فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہٖ افلا تعقلون.(۲۲)

بے شک اپنے دعویٰ نبوت سے قبل، میں تمہارے درمیان اپنی طویل عمر
گزار چکا ہوں۔تو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟

توکل علی اللہ:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فقل حسبی اللہ لا الٰہ الا ھو علیہ توکلت .(۲۳)

تو آپ ﷺ کہہ دیجیے کافی ہے مجھے اللہ، نہیں ہے کوئی معبود بجز اس کے
اسی پر میں نے بھروسا کیا ہے۔

پیر کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

"تبلیغ دین کا فریضہ عظیم انجام دینے کے لیے قدرت کی نظر انتخاب پڑی تو اس پر جس کا کوئی بھائی نہیں، جس کے سر پر باپ اور دادا کا سایہ نہیں۔ دولت نہیں۔ خدام نہیں۔ اس کے پاس صرف اللہ کا نام ہے۔ یہی اس کی ساری قوتوں کا سرچشمہ ہے اور یہی اس کی ساری توانائیوں کا منبع ہے۔ اس نازک اور مشکل ترین خدمت کے لیے اسے متعین فرما کر اس کا رب اسے فرماتا ہے کہ آپ رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور رسول کا کام یہ ہے کہ اپنے بھیجنے والے کا پیغام بے خوف وخطر کسی ردو بدل کے بغیر پہنچادے۔ اس لیے اپنے منصب رسالت کا پاس رکھتے ہوئے اپنے رب کریم کا جو حکم آپ کو ملے اس کو اس کی مخلوق تک پہنچادو اور اگر کسی حکم کے پہنچانے میں پس و پیش کیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ نے اپنا فرض منصبی پورا کرنے میں غفلت برتی ہے اور اس کا ذرا حق ادا نہیں کیا۔ باقی رہی دشمنوں کی قوت، کفار کے حملے، منافقین کی سازشیں، اور یہود وغیرہ کی ریشہ دوانیاں تو سن لو اللہ تعالیٰ خود آپ کا نگہبان ہے۔ کوئی آپ کو گزند نہیں پہنچا سکتا۔(۲۴)

راست گفتاری:

رسول اللہ ﷺ اس قدر راست گفتار تھے کہ آپ ﷺ کے دشمنوں اور مخالفوں نے

آپ ﷺ کو شاعر، دیوانہ، اور سحر زدہ تک کہا، مگر ان میں سے کسی کو آپ ﷺ پر جھوٹ کی تہمت لگانے کی جرات نہیں ہوئی۔ ابو جہل آپ ﷺ کا سب سے بڑا دشمن تھا، وہ کہا کرتا تھا:

محمد! میں تم کو جھوٹا نہیں کہتا، ہاں تم جو باتیں بیان کرتے ہو، ان کو ٹھیک نہیں سمجھتا۔(۲۵)

قرآن کریم میں ان کا لوگوں کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا گیا:

قد نعلم انه ليحزنك الذى يقولون فانهم لا يكذبونك ولكن الظالمين بايت الله يجحدون. (۲٦)

اے محمد ﷺ! ہمیں معلوم ہے کہ جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں ان سے تمھیں رنج ہوتا ہے لیکن یہ لوگ تمھیں نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم دراصل اللہ کی آیات کا انکار کر رہے ہیں۔

جامع کلام:

امام احمد سے مروی ہے کہ مکہ معظمہ کے سالانہ بازار (سوق عکاظ) میں آپ ﷺ لوگوں کو یہ دعوت دیتے تھے:

قولوا لا اله الا الله تفلحو. (۲۷)

ابن عباس کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ موسم حج میں ایک ایک قبیلے والوں کے پاس جاتے اور فرمایا کرتے: اے فلاں، اے فلاں، میں تم لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ تمھیں حکم دیتا ہوں کہ اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔(۲۸)

حضرت ابوذر اور ان کے دو ساتھی اس استفسار کے بعد کہ آپ ﷺ کیا کہتے ہیں اور آپ کی دعوت کیا ہے؟ آپ ﷺ کے قول پر ایمان لے آئے کہ میں کہتا ہوں کہ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس کا رسول ہوں"۔(۲۹)